© rasailojaraid.com

بہرحال ڈاکٹر الحسینی متحدہ عرب قومیت کے معتدل الفکر علمبرداروں میں سے ہیں، جمعہ کی نماز انسٹیٹوٹ میں ہی ہوتی تھی شہر کے بعض حضرات کے علاوہ یونیورسٹی کے مسلمان اساتذہ اور طلباء شریک ہوتے تھے، امامت باری باری سے مختلف اصحاب کرتے تھے، ایک مصری مسلمان طالب علم ہمارے انسٹیٹوٹ میں تھا، میں نے اس کو کسی جمعہ میں شریک نماز نہیں دیکھا، کسی نے اُس سے وجہ پوچھی تو کہا "میں ایک عرب ہوں، غیر عرب کی امامت میں نماز کیسے پڑھ سکتا ہوں"

لیکن جب سے (جنوری ۶۳ء) ڈاکٹر الحسینی آئے تھے وہ خود بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے تھے اور یہ مصری طالب علم بھی آنے لگا تھا، رمضان میں ہفتہ میں اتوار کے دن تو لازمی طور پر کبھی دو تین مرتبہ بھی ہم لوگ افطار کے وقت کسی نہ کسی کے مکان پر جمع ہوتے تھے یہیں کھانا کھاتے اور تراویح بھی پڑھتے تھے اس سے فراغت کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی مجلس اور ہوتی تھی، کبھی تو یہ مجلس محض تفریحی اور ادبی ہوتی تھی، اور کبھی اس کا مقصد جدید اسلامی مسائل و معاملات پر گفتگو کرنا ہوتا تھا، ایک مرتبہ اسی طرح کی ایک مجلس منعقد تھی، چند نوجوانوں نے سود کے متعلق سوال کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ زمانہ میں سودی کاروبار کے بغیر کوئی حکومت چل ہی نہیں سکتی، اس لئے اسلام کی تعلیم پر ان حالات میں کیوں کر عمل ہو سکتا ہے؟ ڈاکٹر الحسینی نے یہ سنا تو بگڑ گئے اور بولے " یہ روس اور چین کی حکومتیں بغیر سودی کاروبار کے اس درجہ ترقی یافتہ کیسے ہو گئیں؟ آپ کہیں گے کہ قومیانے (NATIONALISATION) کی پالیسی پر عمل کرنے سے! تو میں کہوں گا کہ قومیانہ خود اسلام کی تعلیم ہے اور سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس پالیسی پر عمل کیا تھا، میں نے عربوں میں رہ کر اور ان کے ممالک میں گھوم پھر کر یہ محسوس کیا ہے کہ وہ ظاہری اعمال و افعال کے لحاظ سے کیسے ہی مغرب زدہ اور آزاد منش ہوں، اسلامی غیرت و حمیت میں کسی سے کم نہیں، کسی عرب مسلمان کے لئے مرد ہو یا عورت، جوان یا بوڑھا، ناممکن ہے کہ اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی سے گستاخی کا کوئی لفظ سن سکے، یہی وصف ڈاکٹر الحسینی میں بھی تھا، بڑے جہاں دیدہ اور وسیع النظر بھی تھے۔ انسٹیٹوٹ میں موصوف کا کام کیا تھا؟ مجھ کو واضح طور پر معلوم نہیں ہو سکا، کیونکہ انھوں نے باقاعدہ کوئی کلاس نہیں لی، کسی سیمینار کی سربراہی نہیں کی، کسی ریسرچ کے نگراں نہیں ہوئے، البتہ ایک مصری طالب علم جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، وہ فرسٹ ٹرم کے امتحان کے عربی کے پرچہ میں ناکام رہ گیا تھا اُسکو عربی پڑھاتے تھے، اس کے علاوہ ڈاکٹر چارلس آدم جو عربی کی کلاس لیتے تھے جس میں دو لڑکیاں تھیں ڈاکٹر الحسینی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی اُن کے ساتھ شریکِ درس ہوتے تھے اور اس طرح کہ آدم جو امریکن ہیں ٹکسٹ پڑھاتے تھے اور حسینی تلفظ صحیح کراتے تھے۔

ڈاکٹر ازتسو

اب رہے ڈاکٹر ازتسو جن کا پورا نام TOSHI HIKO IZUTSU ہے یہ جاپانی ہیں، اور اپنی لیاقت و قابلیت کے اعتبار سے واقعی عجیب و غریب اور بڑے قابلِ قدر شخص ہیں، عمر ۳۵ ، ۴۰ سے زیادہ نہیں ہوگی جنوب مشرقی ایشیا کے لوگوں کی عمر کا یُوں بھی صحیح پتہ نہیں چلتا، چہرہ مہرہ سے جسے دیکھئے اٹھارہ بیس برس کا چھوکرا یا چھوکری ہی نظر آتا ہے۔ اس بنا پر ازتسو دیکھنے میں اور بھی کم عمر یعنی ہماری کسی یونیورسٹی میں بی، اے یا ام، اے کے طالبِ علم دکھائی دیتے ہیں، مگر ذہین وطباع اور وسیع النظر عالم بلا کے ہیں، ان کا خاص فن جس میں انہیں امتیاز حاصل ہے علم المعانی ہے جسے انگریزی میں SEMANTIC یا SCIENCE OF MEANING کہتے ہیں، دس بارہ زبانوں کے فاضل اور ماہر ہیں جن میں انگریزی، فرنچ، جرمنی، عبرانی، ترکی اور عربی شامل ہیں، ان کا موضوعِ تحقیق جس پر انھوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھ رہے ہیں "قرآن کا مطالعہ علم المعانی کے نقطۂ نظر سے" ہے، انھوں نے عربی زبان کس طرح سیکھی؟ اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہے، کہتے تھے کہ میں ٹوکیو کے قرب وجوار کا رہنے والا ہوں؛ میرے وطن میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس سے میں عربی پڑھ سکوں! اتفاق سے روس کے ایک بہت بڑے مگر جلا وطن عالم جن کا نام موسیٰ جار اللہ تھا (انڈو پاک کے علمی اور دینی حلقے موصوف سے خوب واقف ہیں، تقسیم سے قبل دہلی آتے تھے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں قیام کرتے تھے، اپنے استاد مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی طرح علم کے بحرِ ناپیدا کنار ہونے کے باوصف غضب کے درویش منش اور قلندر صفت تھے، مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بلا کا اور دماغ بڑا روشن تھا، راقم الحروف کو اُن کے ساتھ بارہا شرفِ صحبت و تکلم حاصل ہوا ہے اور اُس زمانہ میں ان کی ذہانت و ذکاوت اور غزارتِ علم و فضل کے جو حیرت انگیز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں ان کو قلمبند کیا جائے تو ایک مستقل مقالہ تیار ہو جائے) جاپان میں تشریف لائے اور ٹوکیو کی مسجد کے ایک کمرہ میں (یا کسی مکان پر! اب ٹھیک یاد نہیں رہا) قیام کیا، مجھے اطلاع ہوئی تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عربی پڑھنے کا شوق ظاہر کیا، علامہ نے شروع میں تو ٹال مٹول کی، مگر جب دیکھا کہ میرا اشتیاق واقعی طلبِ صادق ہے تو انھوں نے فرمایا، اچھا! میں تم کو عربی ضرور پڑھاؤں گا مگر پہلے ایک بات کا وعدہ کرو، اور وہ یہ کہ تم اپنی عربی کے علم کو قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کروگے۔ اُس کے جواب میں جب میں نے یقین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلایا کہ میں محض ایک طالب علم ہوں اور میرا مقصد علمی نقطۂ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنا ہے تو علامہ راضی ہوگئے اور اب انھوں نے عربی پڑھانی شروع کی تو اس طرح کہ چند مہینوں میں، جب تک کہ موصوف کا وہاں قیام رہا برسوں کی مسافت طے کرادی، علامہ مجھے صرف عربی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ قرآن پر لکچر بھی دیتے رہتے تھے، اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھ کو قرآن سے خاص شغف پیدا ہوگیا اور میں نے اس کو اپنے مطالعہ اور تحقیق کا خاص موضوع بنانے کا فیصلہ کرلیا، علامہ صحیح معنی میں ابن بطوطۂ وقت تھے، کسی ایک جگہ جم کر رہنا جانتے ہی نہیں تھے، چنانچہ چند ماہ کے بعد یہاں سے بھی روانہ ہوگئے، اب میں نے یہ کیا کہ ریڈیو پر قاہرہ سے عربی کا پروگرام بڑی پابندی سے سنتا تھا اور اُس کے ذریعہ اپنی عربی کا تلفظ صحیح کرتا اور اُس کی استعداد بڑھاتا تھا، جب استعداد خاصی پختہ ہوگئی تو اب میں نے عربی کے کلاسکل لٹریچر کا از خود مطالعہ کیا، عربی کے تمام مطبوعہ دواوین پڑھ ڈالے، قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا اور اس سلسلہ میں تاریخ اور فلسفہ کی کتابیں بھی کھنگال ڈالیں۔"

ہمارے نوجوان طلباء کو عبرت ہونی چاہئے، برسوں مدارس اور یونیورسٹیوں میں عربی پڑھتے ہیں مگر نہ عربی بول سکتے ہیں اور نہ لکھنے پر قادر ہیں اور نہ اس زبان کے لٹریچر پر اُن کی نظر ہوتی ہے، مگر یہاں جاپان کا ایک نوجوان ہے جو صرف چند مہینے ایک استاذ سے ابتدائی سبق لینے کے بعد محض اپنی ذاتی کوشش اور محنت سے اُس زبان میں اس قدر اعلیٰ استعداد بہم پہونچالیتا ہے کہ اہلِ زبان کے لہجہ میں (ایک حد تک) عربی بولتا ہے لکھتا ہے اور اُس کے لٹریچر پر تحقیقی نظر رکھتا ہے، پہلے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ظفر اسحٰق صاحب انصاری (جو اب ڈاکٹر ہوگئے ہوں گے) مجھ سے عربی شعر بعد از اسلام پر درس لیتے تھے، لیکن ان کو عربی شاعری قبل از اسلام پر بھی درس لینا تھا اُسے انھوں نے پروفیسر ازتسو کی آمد پر اُٹھا رکھا تھا چنانچہ جب وہ جنوری میں آئے تو انصاری صاحب نے ایک اور صاحب کی رفاقت میں ان سے یہ پرچہ پڑھنا شروع کردیا، لیکن یہ موصوف کا صرف ضمنی کام تھا، اُن کا اصل کام وہ سیمینار تھا جو وہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد لیتے تھے۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا، پروفیسر ازتسو کا خاص موضوع علم المعانی (SEMANTICO) ہے، اس علم کی عمر کچھ زیادہ نہیں ہے، لیکن گذشتہ چند برسوں میں ہی جرمنی، فرنچ، اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں اس موضوع پر کتابوں کا انبار لگ گیا ہے، پروفیسر ازتسو کے سیمینار کا موضوع تھا "قرآن کے الفاظ علم المعانی کے نقطۂ نظر سے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(A SEMANTICS TUDY OF QORANIC VOCOLMLARY) اس سلسلہ میں انھوں نے حسب معمول اپنے لکچروں کے جدا جدا عنوانات مباحث کے ساتھ اُن کے مآخذ و مصادر کی جو فہرست ٹائپ کرا کر تقسیم کی تھی وہ دو سو تین (203) کتابوں کے نام پر مشتمل تھی، ان میں بہت کم کتابیں ہیں جو ۱۹۵۰ء سے پہلے کی ہیں ورنہ سب کے سب گذشتہ دس بارہ برس میں لکھی گئی ہیں، یہ فن درحقیقت لسانیات کا ہی ایک شعبہ ہے اور اس میں الفاظ کے معانی کے فلسفہ، اُس کی تاریخ اصل تصوراتی حقیقت اور اُس میں مختلف اندرونی اور بیرونی اسباب کے ماتحت جو تصوراتی (CONCEPTNAL) تغیر و تبدل ہوتا ہے، ان سب امور سے بحث ہوتی ہے، چنانچہ مذکورۂ بالا سیمینار میں پروفیسر ازٹسو نے قرآن سے چند الفاظ منتخب کر لئے مثلاً دین، اللہ، رحمٰن، ملائکہ وغیرہ، اور انھوں نے عہدِ جاہلیت کے اشعار، تاریخ اور کتبِ قدیمہ کے حوالوں سے بتایا کہ یہ الفاظ اسلام سے پہلے بھی بولے جاتے اور استعمال کئے جاتے تھے، لیکن ایک خاص معنی اور مفہوم میں، پھر جب قرآن اترا تو اگرچہ یہ الفاظ اس میں بھی ہیں لیکن ان کے معنی مفہوم اور مصداق پہلے سے بالکل مختلف ہیں، اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے انسان کو کائنات اور خالقِ کائنات کے متعلق ایک نیا اور واضح عقیدہ اور فکر دیا ہے، چنانچہ لفظ دین عہدِ جاہلیت میں اطاعت کرنے کے معنی میں مستعمل ضرور ہوتا تھا لیکن اُس زمانہ میں قبیلہ مرکزِ اطاعت تھا اسلئے دین کے معنی بھی قبیلہ کے وفادار رہنے کے تھے، پھر جب اسلام نے اطاعت و فرماں برداری کے تمام مرکزوں کو توڑ کر صرف خدائے واحد کو مرکزِ اطاعت قرار دیا تو اب قرآن کی زبان میں دین کے معنی و مفہوم بھی بدل گئے اور اُس کے معنی ہو گئے وہ نظامِ زندگی جس میں خدا (قرآن کے بیان کے مطابق) مرکزِ اطاعت ہو، موصوف اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے قرآن میں جہاں کہیں دین کا لفظ یا اس کا اشتقاق مذکور ہوا ہے اُس کا شمار کرتے اور سیاق و سباق کی روشنی میں اس لفظ کے معنی کی تعیین و تشخیص کرتے تھے۔

پروفیسر ازٹسو کی دو ضخیم کتابیں ٹوکیو یونیورسٹی کے اسلامک انسٹیٹیوٹ (جس کے ڈائرکٹر موصوف خود ہیں) کی طرف سے انگریزی زبان میں شائع ہو چکی ہیں، ایک کا موضوع ہے "قرآن کا اخلاقی ڈھانچہ" اور دوسری کتاب کا نام ہے، "قرآن میں خدا اور انسان" موصوف نے ان کتابوں میں بھی اسی انداز سے بحث کی ہے، دوسری کتاب تو صرف الٹ پلٹ کر دیکھ سکا ہوں، مگر پہلی کتاب از اوّل تا آخر لفظ لفظ پڑھی ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا موضوعِ بحث یہ ہے کہ ایمان، صبر و شکر، صبر و رضا، توکل، صدق وغیرہ وغیرہ اور ان کے بالمقابل کفر و شرک، ظلم و عدوان، تعدی، شُح، کذب و افترا وغیرہ یہ سب الفاظ عہدِ جاہلیت کے برخلاف قرآن میں کن معانی میں مستعمل ہوئے ہیں، نیز ان میں سے ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ بحث بڑی عالمانہ اور بصیرت افروز ہے، اُس کو پڑھ کر قرآن کی مصطلحات پر دیدہ درانہ یکجائی نظر ہو جاتی ہے، اندازِ گفتگو خالص علمی ہے۔

کتاب پڑھ کر پتہ نہیں چلتا کہ اس کا مصنف مسلم ہے یا غیر مسلم! اگرچہ بعض مقامات پر اسلام کی کسی خاص تعلیم کی تشریح میں لب و لہجہ پُر زور طریقہ پر مادحانہ بھی ہو گیا ہے، پوری کتاب میں صرف ایک مقام ہے جہاں نظر ٹھٹکی ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں لفظ خشیۃ کے معنی کی تحقیق اور ایمان کے ساتھ اُس کے تعلق پر گفتگو کے ذیل میں انھوں نے حضرت زینب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا واقعہ مختصراً لکھا ہے، پروفیسر ازٹسو کی کتابیں پڑھ کر اور ان سے گفتگو کر کے مجھے بارہا یہ محسوس ہوا ہے کہ جو غیر مسلم اسلامی علوم و فنون کا مطالعہ کر لیتے ہیں وہ خواہ قصداً یا بلا قصد کے اِدھر اُدھر دو چار ریمارک اپنی تحریروں میں ایسے کر جاتے ہوں جو مسلمانوں کے کسی ایک فرقہ کے لئے یا سب ہی مسلمانوں کے لئے ناقابلِ قبول ہوں لیکن اسلامی علوم و فنون میں مشغول رہنے کا اُن پر بھی یہ اثر ضرور ہوتا ہے کہ اُن میں مذہبی جمود باقی نہیں رہتا اور نظر میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

پروفیسر ازٹسو کے سیمینار میں اور اساتذہ و طلباء کے علاوہ پروفیسر اسمتھ، ڈاکٹر الحسینی اور میں ہم تینوں بھی شریک ہوتے تھے، پھر جب بحث شروع ہوتی تھی تو اُس میں ہم تینوں ہی (طلباء کو مستثنیٰ کر کے) زیادہ حصہ لیتے تھے، پروفیسر ازٹسو کا لکچر لکھا اور ٹائپ کیا ہوا ہوتا تھا، بحث میں بعض اوقات تلخی بھی پیدا ہو جاتی تھی، موصوف کے علم و فضل میں شبہ نہیں، لیکن ان کے ہر نظریہ خیال اور استدلال سے متفق ہونا ضروری نہیں،

ڈاکٹر الحسینی اور پروفیسر ازٹسو دونوں اپنی بیویوں کے ساتھ تھے اور الگ الگ مکان (APARTMENT) لیکر رہتے تھے، دونوں کی بیویاں حسن و جمال کے لحاظ سے سیکڑوں میں ایک ہونے کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، بڑی شائستہ مہذب اور نہایت شگفتہ مزاج و خوش طبع تھیں، اپنی مادری زبانوں کے علاوہ انگریزی، جرمنی اور فرنچ میں بھی خوب بے تکلف گفتگو کر سکتی تھیں، مسز ازٹسو تو جاپانی زبان کی مشہور ادیب اور ناول نگار بھی ہیں اور اب تک کئی کتابیں شائع کر چکی ہیں، آل اولاد کوئی ہے نہیں اس لئے میاں بیوی دونوں خوب مطالعہ کرتے ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتے ہیں اور زندگی کے جامِ غم کو کسی کا غمزۂ جاں ستاں سمجھ کر پی جاتے ہیں، ان کے معمولات بھی دنیا سے نرالے ہیں۔ شب میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد گیارہ بجے کے لگ بھگ میاں بیوی دونوں پڑھنے بیٹھتے ہیں اور صبح کے پانچ ساڑھے پانچ بجے تک برابر پڑھتے رہتے ہیں، اس کے بعد اٹھے ناشتہ تیار کیا اور اسے کھا پی سو گئے، اب بارہ بجے دوپہر کو بیدار ہوں گے اور اپنے معمولات شروع کریں گے، یہ اُن کا روزمرہ کا معمول ہے اور اس پر اس سختی کے ساتھ عامل ہیں کہ ازٹسو صاحب جاپان میں ہوں یا مونٹریل میں کہیں بھی وہ کوئی کلاس دوپہر کے دو بجے سے پہلے نہیں لے سکتے، چنانچہ انسٹیٹوٹ میں سیمینار کا اصل وقت گیارہ بجے تھا محض ازٹسو صاحب کی اس مجبوری کے باعث اُس کا وقت دو بجے کیا گیا،

کچھ عربی زبان کی ہم مذاقی کہئے یا کچھ اور! میرے ان دونوں حضرات سے خصوصی تعلقات تھے، انسٹیٹوٹ میں تو خیر ملاقات ہوتی ہی تھی، دونوں اکثر مجھے رات کے کھانے پر مدعو کرتے رہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی اور جب بھی مدعو کرتا تھا یہ کہہ کر کرتا تھا کہ "ملاقات کو ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں، مسز یاد کر رہی تھیں' فلاں دن ڈنر پر بلایا ہے، مصری کھانے تو مُنہ کو لگے ہوتے ہیں، اس لئے اب اُن میں میرے لئے کوئی ندرت نہیں رہی، البتہ جاپانی کھانے جو مسز ازٹسو تیار کرتی تھیں، وہ میرے لئے عمر میں پہلا تجربہ تھے، مگر نہایت حسین اور خوشگوار تجربہ! مسز ازٹسو یہ کرتی تھیں کہ ہر موقع پر کھانے بدل بدل کر تیار کرتی اور کھلاتی تھیں، اس طرح میرا خیال ہے انھوں نے جاپان کے سب ہی عمدہ اور اچھے کھانے کھلا دیئے! تنوع، نفاست اور تکلف کے اعتبار سے میرا خیال تھا کہ ترکی اور مغل کھانے سب پر فوقیت رکھتے ہیں مگر جاپانی کھانے کھا کے محسوس ہوا کہ میری یہ رائے صحیح نہیں تھی، مچھلی، مُرغ، گوشت، ترکاریاں، انڈا، ان کے پکانے کی ایک نہیں بیسیوں ترکیبیں ہیں اور ایک سے ایک بہتر! اور یہی حال حلوہ اور پڈنگ وغیرہ کا ہے، پھر ان چیزوں کے کھانے کے طریقے مختلف! کھانے کے بعد قہوہ اور سگرٹ یا سگار کا دور شروع ہوتا اور ہم سب بیٹھ کر ڈیڑھ دو گھنٹہ تک گپ شپ کرتے تھے، موضوعِ گفتگو عربی شعر و شاعری ہندوستان اور جاپان کے حالات، بین الاقوامی حوادث و واقعات، سنجیدہ گفتگو کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں بھی! میاں بیوی دونوں ایسے ہنسوڑ اور خندہ جبین کہ بات بات پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے یہی حال ڈاکٹر الحسینی اور ان کی بیوی کا تھا، ان کے پاس بیٹھ کر غریب الوطنی کا احساس ہی مٹ جاتا تھا، یہ دونوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیویاں مجھے بھائی اور میں انہیں بہن کہتا تھا اور حسینی اور ازلسٹو بھی مجھے کوئی پیغام پہونچاتے تھے تو یہ کہہ کر کہ "تمہاری بہن یہ کہہ رہی تھیں" اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات اور سُن لیجئے، ممکن ہے۔ "من نکردم شما حذر بکنید" کے مطابق اُس سے کسی کو فائدہ پہونچ جائے، ہاں! تو ہوا یہ کہ پہلی اور دوسری مرتبہ حسینی اور ازلسٹو نے مجھے ڈنر پر بلایا تو آپ جانتے ہی ہیں ہمارے انڈو پاک میں کہیں یہ رسم نہیں ہے کہ مہمان دوست میزبان کے ہاں کھانا کھانے جائے تو کوئی تحفہ بھی لے کر جائے، اس بنا پر میں بھی ان دونوں دفعہ کوئی تحفہ لے کر نہیں گیا، لیکن میری شرمندگی کی کوئی حد نہیں رہی جب کہ میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ اپنے ہوٹل میں ڈنر پر مدعو کیا اور مسز حسینی اور مسز ازلسٹو دونوں الگ الگ میرے لئے میری پسند کے تحفے لے کر آئیں، اُس وقت تو میں سٹ پٹا کے رہ گیا، پوچھتا کیا؟ بعد میں دوسرے احباب سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ضروری تو نہیں ہے، البتہ اعلیٰ درجہ کی بات یہی سمجھی جاتی ہے کہ کسی دوست کے ہاں کھانا کھانے جاؤ تو کوئی تحفہ ضرور لیتے جاؤ!

ایک جاپانی فیملی کے ساتھ میرا عمر بھر میں یہ پہلا تعلق تھا اور میرا تاثر یہ ہے کہ اگر سب جاپانی مرد' اور عورتیں ایسے ہی ہوتے ہیں تو کوئی شبہ نہیں کہ جاپانی قوم ایشیا کی ایک بڑی زندہ دل خوش مزاج اور مہذب و شائستہ قوم ہے۔

دو جاپانیوں کے ساتھ ملنے ملانے کا زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا، اور یہ بڑا خوشگوار ثابت ہوا، اب ذکر آگیا ہے تو یہ اور سُن لیجئے کہ اس کے بعد ایک تیسرے جاپانی سے ملنے اور دوستانہ طور پر گفتگو کرنے کا اتفاق گذشتہ مارچ میں اسلامی کانگریس کے موقع پر قاہرہ میں ہوا، اور یہ اتفاق بھی ایسا مسرت انگیز ثابت ہوا کہ اب تک دل پر اُس کا اثر ہے، یہ صاحب مسٹر عبدالکریم ساٹیو تھے جو کانگریس میں جاپان کے نمائندہ تھے، بڑے ہنس مکھ، لائق و قابل اور ساتھ ہی نماز کے پابند پختہ مسلمان تھے، یہ ٹوکیو کی یونیورسٹی تاکشوک میں قدیم تاریخ کے پروفیسر ہیں، ابھی چار برس ہوئے کہ مسلمان ہوئے ہیں، میں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ ہماری یونیورسٹی میں چند پاکستانی مسلمان آیا جایا کرتے تھے، میں نے ان لوگوں کے اخلاق، حسنِ معاملہ، ضبطِ نفس نماز کی ہر حالت میں پابندی دیکھی اور کئی مرتبہ ان کے ساتھ ریل میں سفر کرنے کا موقع ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ لوگ خود تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسرے مسافروں کو راحت پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں، سفر میں کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شور و غل نہیں مچاتے، بڑے سنجیدہ اور شائستہ بنے رہتے ہیں، ان سب باتوں کا میرے اوپر بڑا اثر ہوا، اور میں نے اُن سے اسلام کی نسبت سوالات کرنے شروع کر دیئے اور اُن کی سفارش پر کچھ کتابیں خود بھی پڑھیں، آخر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام دینِ حق اور دینِ فطرت ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا۔

اسی سلسلہ میں ایک دن انھوں نے سنایا کہ جاپان میں ایک جزیرہ ہے جس کا نام نوکشیما ہے، اس جزیرہ کی آبادی لے دیکے کل ۱۰۰ افراد پر مشتمل ہے، ایک پاکستانی تاجر تین برس سے یہاں آتے جاتے تھے، یہ اگرچہ کچھ زیادہ لکھے پڑھے نہیں تھے لیکن اپنی ٹوٹی پھوٹی بولی میں اہلِ جزیرہ سے اسلام پر گفتگو کرتے اور اس کی تعلیمات بیان کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ اب پورا جزیرہ ہی مسلمان ہو گیا ہے، موصوف نے یہ بھی بتایا کہ آج جاپان کی آبادی دس کروڑ ہے اور اُن میں صرف ایک ہزار مسلمان ہیں، مسٹر عبدالکریم نے اسلامی کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے حکومت جمہوریہ متحدہ عربیہ سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ اپنے مبلغین جاپان میں بھیجے تو بہت کچھ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔

عجیب اتفاق ہے جب میں یہ سطریں لکھ رہا تھا تو عرب ممالک کی ڈاک آئی اور اُس میں قطاع غزہ (فلسطین) کا ماہوار مجلّہ نور الیقین بابت جولائی ۱۹۶۴ء کا پرچہ بھی ملا، اب اس مجلّہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس کے صفحہ ۴۲ - ۴۳ پر انہیں عبدالکریم صاحب کا جو مصر میں میرے رفیقِ ہوٹل بھی تھے "جاپان میں مسلمان" کے زیرِ عنوان ایک مختصر مضمون ہے اور اس میں اور مزید باتوں کے علاوہ وہ باتیں بھی لکھی ہیں جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

تصحیح

برہان بابت اگست میں صفحہ ۸۷ کی چھٹی سطر اس وقت یُوں ہے "اس واقعہ کو حادثہ بیر معونہ سے متقدم قرار دیا ہے" اِسے یُوں پڑھئے! "اِس واقعہ سے حادثہ بیر معونہ کو متقدم قرار دیا ہے" اسی طرح صفحہ ۹۰ پر کالم "ب" کے نیچے غزوہ بدر موعد کے لئے ار شعبان لکھا گیا ہے، اِس چوکھٹے میں ار ذیقعدہ بنا لینا چاہیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادبیات

نذرِ عقیدت (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حضور میں)

تمام گلشنِ عالم ہے مطلعِ انوار — تجلیات کا آئینہ ہے کہ صبحِ بہار؟
منائیں جشنِ طرب دل کا یہ تقاضا ہے — کہ زندگی کو ملا آج زندگی کا وقار
کلی کلی میں ہیں رنگینیاں حقیقت کی — فضا فروغِ بہاراں سے بن گئی گلنار
ہر آشیاں ہے سکون و قرار کا مرکز — حیات ساز ہیں گلشن گدازِ برق و شرار
زباں پہ نام مبارک ہے، غوثِ اعظمؒ کا — وہ جس کے دل کی ہے تخلیق جذبۂ ایثار
وہ جس نے حسنِ عمل سے بڑھائی شانِ حیات — بدل دی جس کے ارادوں نے وقت کی رفتار
دلوں پہ جس کے شعورِ نظر کا سکہ ہے — دکھائے جس نے زمانے کو جوہرِ کردار
وہ ترجمانِ رسالت، وہ بولتا قرآن — سکھایا جس نے بشر کو سلیقۂ گفتار
رہِ وفا کا جسے راہبر کہے دنیا — وہ جس نے کر دیا آسان جادۂ دشوار
بقا کا راز ہے جس کے ہر اک اشارے میں — بلند کر دیا جس نے حیات کا معیار

نظیرِ خستہ کے اس پر سلام، لاکھوں سلام
خزاں میں جس نے جہاں کو دیا پیامِ بہار

جناب سعادت نظیر

غزل

جناب قمر مرادآبادی

خوش ہوں کہ غم کا رازِ دلِ پُرمحن میں ہے — جس انجمن کی بات تھی اس انجمن میں ہے
اب کارواں لٹے کہ رہے اس کا غم نہیں — اک مستقل خلش تو دلِ راہزن میں ہے
ہم بھی یہاں بہار و خزاں کے شریک ہیں — جب تک کہ آشیانہ ہمارا چمن میں ہے
بجھ جائیں گے چراغ تو ہم دل جلائیں گے — اک شمع آخری تو ابھی انجمن میں ہے
اک سامنے کی بات تھی گلشن کا حادثہ — کس کو خبر نہ تھی کہ نشیمن چمن میں ہے
دل میں لگا کے آگ بڑے مطمئن تھے آپ — اب یہ گلہ بھی کیوں ہے کہ گرمی سخن میں ہے
گلہائے نو بنو تو فریبِ بہار ہیں — اپنے ہی آشیانہ کی رونق چمن میں ہے
وہ بھی تھا اک قصور کہ گلشن کو چھوڑتے — یہ بھی ہے اک خطا کہ نشیمن چمن میں ہے

ڈر ہے خیالِ دوست پریشاں نہ ہو قمرؔ
تلخی سی آج کچھ مرے طرزِ سخن میں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبصرے

فتاوی دار العلوم دیوبند : مرتبہ مولانا محمد ظفیر الدین : تقطیع متوسط، کتابت وطباعت بہتر ضخامت جلد اوّل ۳۴۷ صفحات، ضخامت جلد ثانی ۲۶۸ صفحات، قیمت غیر مجلد علی الترتیب 5/50 اور 4/25 پتہ : جناب مہتمم صاحب دار العلوم دیو بند ضلع سہارن پور،

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ غیر منقسم ہندوستان کے اُن اکابر مشائخ و علماء میں سے تھے جنھوں نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے ہزاروں انسانوں کے دل میں یقین و معرفت ربانی کی شمع روشن کی، اور لاکھوں مسلمانوں کو اصل احکام شرعیہ بتاکر اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا۔ حضرت ممدوح ایک بلند پایہ عارف باللہ اور نامور شیخ طریقت ہونے کے علاوہ دار العلوم دیو بند کے مفتی اعظم بھی تھے اور آپ نے چالیس برس مسلسل یہ اہم خدمت اس شان سے انجام دی ہے کہ پورے ملک میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، تفقہ اور مسائل میں دقت و وسعتِ نظر کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑا پیچیدہ مسئلہ آپ کے سامنے آتا اور آپ باتیں کرتے کرتے چند لفظوں میں اس کا تشفی بخش اور قطعی جواب دے دیتے تھے، دار العلوم دیو بند کی مرکزیت اور حضرت مفتی صاحب کی عظیم شخصیت کو سامنے رکھ کر سوچئے اس چالیس برس کی مدت میں اسلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والا کون سا ایسا جزیہ اور مسئلہ ہوگا جو حضرت مفتی صاحب سے نہ پوچھا گیا اور آپ نے اُس کا جواب نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ حضرت کے قلم سے نکلے ہوئے کم وبیش چالیس ہزار فتاویٰ ضخیم مجلدات کی شکل میں مدرسہ کے دار الافتاء میں محفوظ تھے اور ان سے استفادۂ عام کی کوئی صورت نہ تھی، بڑی خوشی کی بات ہے کہ آخر مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم کی تحریک و تجویز سے مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ نے اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑا اُٹھایا اور مولانا محمد ظفیر الدین کو اس کا ذمہ دار قرار دیا، اب تک اس سلسلہ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے جلد اوّل کتاب الطہارۃ پر اور جلد دوم کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے، ترتیب بالکل کتبِ فقہ کے طرز پر ہے، یعنی پہلے کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر باب، اور باب کے ماتحت فصول، ان دونوں جلدوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اس عظیم اور اہم کام کی ترتیب وسرانجام دہی کے لئے غالباً مولانا موصوف سے بہتر کسی اور شخص کا انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔

فاضل مرتب نے تقریباً ہر فتوی پر بصیرت افروز حواشی لکھے ہیں جن میں، اگر فتوی میں صرف جواب ہے تو اس کے مآخذ کی سراغ رسانی کر کے متعلقہ عبارتیں نقل کی ہیں، اگر فتوی مع دلیل کے ہے تو اس کے مزید شواہد اور نظائر فراہم کئے ہیں، کہیں اجمال ہے تو اس کی تشریح اور ابہام ہے تو اس کی تفصیل دی ہے۔

غرض کہ ترتیب فتاوی جیسے اہم کام کا انھوں نے حق ادا کر دیا ہے جو محنت وجفاکشی کی صلاحیت کے ساتھ ان کی پختہ استعداد علمی اور وسعت نظر کی بھی روشن دلیل ہے، جلد اوّل کے شروع میں جناب مہتمم صاحب کے قلم سے حضرت مفتی صاحب رحؒ کے حالات وسوانح پر پچیس ۲۵ صفحہ کا جو پیش لفظ ہے اس نے اس جلد کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں، ایک عارف ربانی، محرم اسرار ورموز یزدانی، جنید وقت اور شبلی عصر کے حالات اور دودمان قاسمی کے چشم وچراغ کے قلم سے! بس

بن گیا رقیب آخر جو تھا رازداں اپنا

خود تبصرہ نگار کا یہ عالم رہا ہے کہ بغیر چشم گریاں کے اس پیش لفظ کو ختم نہیں کر سکا ہے، اس کے بعد لائق مرتب کے قلم سے ۶۳ صفحات کا جو فاضلانہ مقدمہ ہے وہ فقہ، افتا اور ان کی تدوین وترتیب کی تاریخ، خصوصیات اور فقیہ ومفتی کے محاسن ومعائب وغیرہ جیسے مباحث پر مشتمل ہے، اور اگرچہ اس میں بعض مندرجات غیر ضروری اور مالاتعلق تحتہ کے ماتحت آتے ہیں، تاہم مجموعی حیثیت سے یہ بھی معلومات افزا، اور لائق مطالعہ ہے، اس میں شبہ نہیں کہ ان فتاوی کی اس خوبی اور اہتمام سے یہ اشاعت دارالعلوم دیوبند کا اس دور نامرادی وآخرت فراموشی میں نہایت عظیم اور بڑا قابل قدر کارنامہ ہے، دعا ہے کہ یہ کام اسی طرح جاری رہے اور مسلمان اس سے بیش از بیش فائدہ اٹھائیں۔

تفسیر مدارک اردو: مترجم مولانا سید انظر شاہ کشمیری، تقطیع کلاں، کتابت وطباعت بہتر، قیمت فی پارہ دو ۲ روپیہ اور جو حضرات عہ ر دیگر ممبر بن جائیں ان کو عہ میں، پتہ :- خضر راہ بک ڈپو، دیوبند،

تفسیر مدارک عربی زبان کی مشہور کتاب ہے جو بعض مدارس کے نصاب تعلیم میں بھی شامل ہے، زیر تبصرہ

© rasailojaraid.com